OPEN ACCESS
ACTA ISLAMICA
ISSN (Print): 2411-7315
ISSN (Online): 2791-0067
https://aisbbu.com/

خوراک میں حرام اشیا کی ملاوٹ سے حلال محلول کا حکم

The Ruling of a Lawful Mixture Contaminated by Unlawful Substances in Food

Dr. Mufti Muhammad Hussain Roghani
Jamia Tablighul Quran Peshawar.
hussainroghani@gmail.com
Dr. Hashmat Ali Safi
Associate Prof. Riphah International University, Peshawar Campus.
hashmatalisafi@gmail.com

Abstract:

This research examines the Islamic legal rulings regarding the mixing of unlawful substances with lawful food items, particularly in modern processed foods and food additives. The study explains the different forms of mixing and blending of substances and analyzes how Islamic jurisprudence determines permissibility or prohibition in such cases. Classical juristic discussions, especially within the Hanafi school, are applied to contemporary issues related to processed foods, additives, and ingredients derived from doubtful or prohibited sources.

The research concludes that the ruling of a mixed substance depends upon the nature of the prohibited ingredient, its quantity, predominance, and whether its effects remain detectable after mixing. In some situations, complete absorption of a prohibited substance may affect the ruling differently, while in other cases strict prohibition remains applicable. The study further highlights that modern food additives and E-numbers should be evaluated according to established principles of Islamic jurisprudence, with precaution remaining the preferred approach in matters of food consumption.

Keywords: Halal Food, Haram Food, Food Additives, E-Numbers, Processed Food, Islamic Jurisprudence, Food Contamination, Mixed Substances, Contemporary Fiqh, Islamic Law

حلال و حرام کا باب اسلام میں بہت واضح ہے اور اسلام نے اکثر اشیا، اعمال اور رویوں کے بارے میں یہ واضح کر دیا ہے کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہیں۔ تاہم بعض امور یا اشیا ایسی ہیں جن کو مشتبہات کا نام دیا گیا ہے۔ اگرچہ ان سے بچنے کا بھی حکم ہے تاہم قطعا ان کی حرمت کے بارے میں کوئی واضح دلیل نہیں ہوتی۔ ایسے ہی بعض اشیا حلال و حرام کی آمیزش کی وجہ سے مشکوک بن جاتی ہیں۔ ان میں سے بعض کو علمائے امت حرام کہتے ہیں، بعض کو حلال کہتے ہیں، بعض کے بارے میں تحری (سوچ بچار) کا حکم دیتے ہیں اور بعض کو مشکوک قرار دیتے ہیں جس کی بنا پر اس محلول کے استعمال اور عدم استعمال کا حکم واضح ہو جاتا ہے۔

یہ مسئلہ ویسے بھی بہت اہمیت کا حامل ہے تاہم آج کل تیار شدہ خوراک (Processed Meal) کی بہتات اور ان میں استعمال ہونے والے اضافی اجزائے ترکیبی (Food Additives) جن کو فوڈ انڈسٹری میں ای نمبرز (E Numbers) سے تعبیر کیا جاتا ہے کی مشکوک حیثیت کی وجہ سے یہ مسئلہ مزید قابل توجہ بن گیا ہے۔ کیوں کہ اگر کوئی ای نمبر حرام یا مشکوک (مشبوہ) ہے۔ تو ایسا جزء ترکیبی اگر تھوڑے مقدار میں کسی خوراک میں شامل کیا جائے تو اس سے خوراک کا حکم تبدیل ہوتا ہے یا نہیں۔ مزید یہ کہ اس محلول کا اندرونی استعمال (خوراک) اور بیرونی استعمال (زیب وینت وغیرہ) دونوں کا حکم ایک ہی ہے یا ان میں کوئی فرق ہے۔ یہ ایک حل طلب مسئلہ ہے اور اس کی وضاحت ذیل کے سطور میں آ رہی ہے۔

CC BY

خوراک میں حرام اشیا کی ملاوٹ سے حلال محلول کا حکم

مسئلے کی مکمل وضاحت سے پہلے بطور مقدمہ کچھ ضروری امور اور اصطلاحات کا جاننا ضروری ہے۔ان میں سے ایک اختلاط اور امتزاج ہے۔

اختلاط

اختلاط کا لفظی معنی ہے ملنا یعنی کچھ لوگ جب آپس میں گھل مل جائیں۔

"الخَلْطُ هو مزجُ الشيءِ بغيره حتى يلتبسَ بعضُه ببعض، ويُقالُ: اختلطَ القومُ إذاتداخلوا وتشابكوا، ولاسيما في حالِ الحربِ والقتال"[1]

"خلط کا مطلب ہے چیزوں کا باہم مل جانا۔اس کی مثال ایسے ہے جیسے لڑائی کے وقت دو لشکر ایک دوسرے میں اس طرح الجھ جائیں جیسے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے میں ڈال دی گئی ہوں، جس کے بعد انہیں الگ کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔"

اسی لفظ سے اختلاط عقل بھی ہے یعنی جب انسان کی عقل کی کیفیت ایسی ہو کہ اس کے لیے اچھی اور بری اشیاء سمجھنا مشکل ہو جائے اور وہ اچھے اور برے میں تمیز نہ کر سکے تو اس کو اختلاط عقل کہتے ہیں۔

زیر نظر تحریر میں اختلاط سے مراد اصطلاحاً کسی حرام یا نجس اشیا کا حلال اشیا کے ساتھ ملنا ہے۔تاہم یہ بات واضح ہو کہ اختلاط سے مراد ایسا ملنا ہوتا ہے جو منفصل الاجزا ہو۔یعنی محلول اور محلل کے اجزا آپس میں ایسے ملے ہوں کہ ان کو الگ کرنا ممکن ہو۔مثلاً کسی جگہ پاک کپڑے ہوں اور ان میں کسی نے ناپاک (نجس) کپڑے ملا دیے۔یا کچھ صاف پانی کے برتن پڑے ہوں اور کسی نے وہاں کچھ ناپاک (نجس) پانی کے برتن رکھ دیے تو اس کو حلال و حرام اشیا کا اختلاط کہتے ہیں۔

اس کے قریب المعنی ایک اور اصطلاح کا استعمال ہوتا ہے جس کو امتزاج کہتے ہیں۔

امتزاج

یہ (م ز ج) سے ہے لفظا امتزاج کا معنی ملنے اور حل ہونے کو کہتے ہیں:

"(مزج) الميم والزاءوالجيم أصلٌ صحيح يدلُّ على خَلْطِ الشيء بغيره. ومَزَجَ الشّرابَ يَمْزُجُه مَزْجاً. وكأنَّ العَسَلَ يسمَّى المِزْج قالوا: لأنَّه كانَ يُمزَج به كلُّ شراب"[2]

"مزج کے حروفِ اصلی 'م'، 'ز' اور 'ج' ہیں جو کہ کسی ایک شے کے دوسری شے میں پوری طرح مل جانے کی علامت ہیں، اسی مناسبت سے جب شراب میں کوئی دوسری چیز ملائی جائے تو اسے مزج کہتے ہیں اور شہد کو بھی اسی بنیاد پر مزج کہا جاتا ہے کیونکہ اس میں ہر مائع چیز آسانی سے گھل مل کر یکجان ہو جاتی ہے۔"

امتزاج اور اختلاط میں فرق یہ ہے کہ اختلاط میں دو اشیا کے اجزا آپس میں ایسے ملے ہوتے ہیں کہ ان کا الگ کرنا ممکن ہو۔اور امتزاج میں دونوں اشیا کے اجزا کا الگ کرنا عام حالات میں ناممکن ہوتا ہے۔مثلاً دس برتن صاف پانی کے ہیں اور ان کے ساتھ دو برتن نجس پانی کے رکھے جائیں تو اس کو اختلاط کہتے ہیں۔اور اگر کسی برتن میں صاف پانی موجود ہے اور اس میں نجس پانی ڈالا جائے یا ان میں شراب ڈالا جائے تو اس کو امتزاج کہتے ہیں۔

نوٹ: اصل تو یہی ہے البتہ فقہاء اور اصولیین کبھی کبھی ان دونوں قسم کے ملنے کے لیے اختلاط یا خلط کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ تاہم پھر اس میں فرق ان الفاظ سے کرتے ہیں کہ اختلاط کے لیے "اختلاط منفصل الاجزاء" اور امتزاج کے لیے "اختلاط متصل الاجزاء" کے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ چناں چہ امام سرخسی لکھتے ہیں:

" ثم الْمَسَائِلُ نَوْعَانِ: مُخْتَلِطٌ مُنْفَصِلُ الْأَجْزَاءِ وَمُخْتَلِطٌ مُتَّصِلُ الْأَجْزَاءِ "[3]

"اس قسم کے مسائل کی دو اقسام ہیں: ایک جن میں تمام اجزاء ایک دوسرے سے الگ اور ممتاز ہوتے ہیں، اور دوسری وہ جن میں تمام اجزاء آپس میں پوری طرح پیوست اور گھل مل گئے ہوتے ہیں۔"

ان کے نزدیک دونوں قسم کے ملاپ کو اختلاط ہی کہا جاتا ہے، البتہ راقم کے نزدیک وہ اختلاط جس میں اجزاء کا ایک دوسرے سے جدا ہونا ناممکن ہو اس کے لیے "امتزاج" کا لفظ استعمال کرنا زیادہ موزوں ہے، چنانچہ زیر نظر تحریر میں راقم کی جانب سے جہاں بھی لفظ امتزاج استعمال ہوا ہے اس سے مراد وہی اختلاط ہوگا جس کے اجزاء آپس میں پیوست ہوں، اور یہ لفظ راقم کی اپنی اختراع نہیں بلکہ کئی فقہاء نے بھی اس کے لیے یہی لفظ استعمال کیا ہے۔ چناں چہ علامہ بدرالدین زرکشی لکھتے ہیں:

"وَالْمَائِعَاتُ يَمْتَنِعُ اسْتِعْمَالُهَا فِي الطَّهَارَةِ إِذَا خَالَطَتْ الْمَاءَ وَاسْتُهْلِكَتْ سَقَطَ حُكْمُهَا وَكَذَلِكَ لَبَنُ الْمَرْأَةِ يَشْرَبُهُ الرَّضِيعُ لَا يَحْرُمُ فَإِذَا مُزِجَتْ قَطْرَةُ خَمْرٍ بِمَاءٍ كَثِيرٍ حَتَّى ذَهَبَتْ نَشْوَتُهَا وَشُرِبَتْ لَمْ يُحَدَّ"[4]

"جن مائعات کے ذریعے طہارت حاصل کرنا جائز نہیں، اگر وہ پانی میں مل کر اپنی شناخت کھو دیں تو ان کی نجاست کا حکم ختم ہو جاتا ہے، بالکل اسی طرح جیسے اگر عورت کے دودھ کا ایک قطرہ پانی میں گر جائے اور کوئی بچہ اسے پی لے تو اس سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی، اور اگر شراب کا ایک قطرہ پانی کی زیادہ مقدار میں گر کر اپنا اثر ختم کر دے اور کوئی اسے پی لے تو اس پر حد جاری نہیں ہو گی۔"

درج بالا عبارت میں مصنف نے متصل الاجزاء اختلاط (امتزاج) کے لیے دونوں طرح کے الفاظ استعمال کیے ہیں، جہاں انہوں نے پہلے پانی میں دیگر مائعات کے ملنے کو اختلاط قرار دیا اور بعد ازاں شراب کے پانی میں شامل ہونے کو امتزاج سے تعبیر کیا، جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ پانی میں مائعات کے اس طرح مل جانے کو اختلاط اور امتزاج دونوں کہا جا سکتا ہے۔

اس سے یہ اندازہ بھی ہوتا ہے کہ اختلاط عام ہے جو کہ منفصل الاجزاء اور متصل الاجزاء دونوں کے لیے استعمال ہو سکتا ہے جبکہ اس کے برعکس امتزاج خاص ہے اور یہ صرف متصل الاجزاء کے لیے استعمال ہو سکتا ہے کیوں کہ راقم کی نظر میں کسی فقیہ نے امتزاج کو منفصل الاجزاء کے لیے استعمال نہیں کیا ہے۔ تاہم خلط مبحث سے بچنے اور مسئلے کی بہتر وضاحت کے لیے ضروری ہے اس لیے راقم نے منفصل اجزاء کے لیے اختلاط اور متصل الاجزاء کے لیے امتزاج کا لفظ استعمال کیا ہے۔

نجس اور متنجس

زیر نظر مسئلے کی وضاحت کے لیے ایک اور اصطلاح کا سمجھنا نہایت ضروری ہے۔ کیوں کہ اس کا دار و مدار اس اصطلاح کے فہم پر بھی موقوف ہے اور وہ ہے نجس اور متنجس۔ نجس وہ چیز ہے جس کی نجاست اس کی ذات اور اصل میں موجود ہو۔ بالفاظ دیگر بعض علماء اس کو نجس العین سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔ اس کی مثالیں بول و براز، خمر، خون اور خنزیر وغیرہ ہیں۔ جبکہ متنجس وہ اشیاء ہیں جو بذات خود تو نجس نہیں ہوتے البتہ کسی نجس چیز کے لگنے سے نجس ہو جائے۔ ان میں سے پھر

خوراک میں حرام اشیا کی ملاوٹ سے حلال محلول کا حکم

بعض اشیاء ایسے ہیں جن جو پاک کرنا ممکن نہیں ہوتا مثلا پانی جب اس میں مائع نجاست گر جائے۔ اور بعض اشیاء ایسے ہوتے ہیں جن کو پاک کرنا ممکن ہوتا ہے مثلا کپڑے، لکڑی اور دوسری اشیاء وغیرہ۔

"وهو على نوعين نجس العين:وهوما لايقبل التطهير كالبول والغائط ولدم والبيتة والخنزير. والمتنجس:وهو ماكان غيرنجس في أصله ولكنه اكتسب النجاسة من غيره، ويُقبل التطهير، كالماءالمتنجس، والثوب المتنجس"[5]

"نجاست کی دو اقسام ہیں: ایک "نجس العین" جو اپنی اصل میں ناپاک ہے اور کبھی پاک نہیں ہو سکتی جیسے پیشاب، پاخانہ، خون، مردار اور خنزیر؛ دوسری "متنجس" جو اپنی ذات میں تو پاک ہوتی ہے مگر کسی نجاست کے ملنے سے ناپاک ہو جاتی ہے اور اسے دھو کر دوبارہ پاک کیا جا سکتا ہے، جیسے پاک پانی یا کپڑا جس پر کوئی نجاست لگ گئی ہو۔"

ان دونوں میں نجس العین کا حکم یہ ہے کہ اس کا استعمال قطعاً ناجائز ہے، خواہ وہ جسم کے اندرونی حصے کے لیے ہو یا بیرونی استعمال کے لیے، جبکہ متنجس کا حکم یہ ہے کہ اس کا اندرونی استعمال تو ہر حال میں ممنوع ہے البتہ بیرونی استعمال میں تفصیل یہ ہے کہ اگر نجس چیز اس مائع میں پوری طرح ختم ہو جائے اور اس کی کوئی بھی صفت محلول میں ظاہر نہ ہو تو بیرونی استعمال کی گنجائش ہے، لیکن اگر نجس چیز کی کوئی بھی خاصیت محلول میں نمایاں ہو تو پھر اس کا بیرونی استعمال بھی ناجائز ہوگا؛ مزید یہ کہ جس چیز کا بیرونی استعمال جائز قرار پائے، اس کی خرید و فروخت اور اسے اپنے پاس رکھنے کی بھی گنجائش موجود ہے۔

"يجوز في بعض الآراء بيعُ الزيتِ والدهنِ المتنجِّسِ بنجاسةٍ عارضة؛لإمكانِ تطهيرهما، اعتباراً بما يؤولان إليه بعد التطهير، وكذلك الثوبُ المتنجس يُلحق بهما لهذا المعنى. غير أن الأصح عند الفقهاء هو المنع من بيعهما. وقد فصَّل إمامُ الحرمين في المسألة فقال: إن كان الشيءُ المتنجس قابلاً للتطهير جاز بيعه، وإن لم يمكن تطهيره ففي جواز بيعه قولان مبنيان على حكم جوازالاستصباح به"[6]

"نجاست کے سبب سے ناپاک ہونے والے تیل یا گھی کی فروخت کے بارے میں ایک رائے یہ ہے کہ یہ جائز ہے کیونکہ اسے آخر کار صاف کیا جا سکتا ہے، اور یہی حکم نجس کپڑے کا بھی ہے اگر اس کی حتمی حالت (صفائی کے امکان) کو مد نظر رکھا جائے، تاہم زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ اسے فروخت کرنا جائز نہیں۔ اس معاملے میں امام الحرمین نے یہ تفصیل بیان کی ہے کہ اگر صفائی ممکن ہو تو بیع درست ہے، لیکن اگر صفائی ناممکن ہو تو اس کی فروخت کے حوالے سے دو اقوال ہیں جن کی بنیاد اس نکتے پر ہے کہ آیا اس نجس تیل کو روشنی حاصل کرنے (چراغ جلانے) کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے یا نہیں۔"

اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ نجس اور متنجس کے احکامات میں فرق ہے، تاہم متنجس چیز بھی انسان اپنے اندرونی یا بیرونی استعمال میں نہیں لا سکتا، مثلاً نجس شدہ تیل کو نہ تو کھانے میں استعمال کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی اس سے جسم کی مالش کی جا سکتی ہے، البتہ اسے چراغ میں ڈال کر روشنی حاصل کرنے کے لیے جلانے کی اجازت ہے۔

حالت اضطرار اور حالت اختیار

شریعت کے مسائل میں یہ دونوں اصطلاحات کثرت سے استعمال ہوتے ہیں بالکل اسی طرح اس موضوع میں بھی ان دونوں کا استعمال ہوگا کہ مثلا اگر حالت اضطرار ہے اور صورت حال یہ ہے کہ نجس اور طاہر اشیا کا اختلاط ہوا ہو تو اس دوران تحری جائز ہوگی اور اگر حالت اختیار ہے تو تحری جائز نہ ہوگی۔ لہذا ان مسائل

کو سمجھنے کے لیے حالت اختیار اور حالت اضطرار دونوں کا جاننا ضروری ہے۔ مختصر یہ کہ قرآن مجید میں اگرچہ انسان کے لیے حرام اشیاء کا استعمال ممنوع قرار دیا گیا ہے، تاہم شدید مجبوری یا حالتِ اضطرار میں مردار اور دیگر حرام اشیاء کھانے کی اجازت بھی دی گئی ہے۔ارشاد ربانی ہے:

"فَمَنِ اضْطُرَّ فِىْ مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ"[7]

"پس جو شخص بھوک یا پیاس کی شدت میں سخت مجبور ہو جائے، بشر طیکہ اس کا مقصد گناہ کی طرف مائل ہونا نہ ہو، تو بے شک اللہ تعالیٰ معاف فرمانے والا اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔"

حرام و حلال کے اختلاط میں ان دونوں حالتوں کی ضرورت تب آتی ہے جس وقت تحری (سوچ بچار) کی طلب ہو، مثلاً:

"والفرقُ بين الثيابِ والأواني أنَّ الثيابَ لا بدلَ لها في سترِ العورة، بخلافِ التطهيرِ بالماءِ فإنَّ له بدلاً وهو التيمم. وهذا الحكمُ كلُّه في حالِ الاختيار، أمّا عند الضرورة فيجوز التحري للشرب اتفاقاً. وجاء في «الخلاصة» في بابِ التحري من كتاب الصلاة: إذا اختلطت أوانيُ الرجلِ بأواني رفقته في السفر وهم غائبون، أو اختلط رغيفُه بأرغفة غيره، فقال بعضُ العلماء: يتحرى ويجتهد في التمييز، وقال آخرون: لا يتحرى بل ينتظر حتى يحضر أصحابُه. وهذا أيضاً في حالِ الاختيار، أمّا عند الاضطرار فيجوز التحري مطلقاً."[8]

"کپڑوں اور برتنوں کے درمیان فرق یہ ہے کہ ستر پوشی کے لیے کپڑے کا کوئی دوسرا متبادل موجود نہیں ہے، جبکہ وضو کے پانی کے لیے تیمم کا متبادل موجود ہے۔ یہ تمام احکامات عام حالات (حالتِ اختیار) کے لیے ہیں، لیکن اگر جان کا خطرہ ہو (حالتِ اضطرار) تو سب کے نزدیک اتفاقی رائے یہ ہے کہ پینے کے لیے پانی کی تلاش میں تحری (غور و فکر اور تلاش) کی جا سکتی ہے۔۔۔ خلاصۃ میں نماز کے باب میں تحری کے مسائل کے تحت مذکور ہے کہ اگر کسی شخص کا برتن یا روٹی اس کے دوستوں کے سامان کے ساتھ اس طرح مل جائے کہ ان میں تمیز نہ ہو سکے اور اس وقت وہ دوست وہاں موجود نہ ہوں، تو بعض علماء کے نزدیک وہ تحری (غور و فکر) کر کے اپنا برتن یا روٹی منتخب کر لے جبکہ بعض کی رائے میں اسے دوستوں کی واپسی کا انتظار کرنا چاہیے۔ یہ اختلاف عام حالات یعنی حالتِ اختیار کے لیے ہے، لیکن اگر حالتِ اضطرار (شدید ضرورت) ہو تو بلااتفاق تحری کرنا جائز ہے۔"

حالتِ اضطرار سے مراد وہ کیفیت ہے جس میں انسان اس نہج پر پہنچ جائے کہ اگر وہ حرام اشیاء کا استعمال نہ کرے تو اس کی جان جانے کا اندیشہ ہو، جبکہ حالتِ اختیار اس صورتِ حال کو کہتے ہیں جہاں انسان اپنی مرضی سے کوئی چیز کھانے پینے یا چھوڑنے پر قادر ہو اور اسے کسی قسم کا جانی خطرہ لاحق نہ ہو۔ اب اگر کوئی شخص حالتِ اضطرار میں ہو اور اس کے سامنے حلال و حرام برتن اس طرح مل جائیں کہ پہچان ممکن نہ رہے، تو وہ ہر صورت میں تحری (غور و فکر) کر کے اپنی سوچ کے مطابق حلال کا تعین کرے گا؛ لیکن اگر وہ حالتِ اختیار میں ہو تو پھر تفصیل یہ ہے کہ اگر حرام برتنوں کی تعداد زیادہ ہو تو تحری جائز نہیں، اور اگر حلال برتن زیادہ ہوں تو تحری کی اجازت ہے۔ البتہ کپڑوں کے معاملے میں ہر حال میں تحری جائز ہے خواہ ناپاک کپڑے زیادہ ہوں یا پاک۔

تحری

درج بالا مسائل میں تحری کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں اس لیے ان مسائل کو سمجھنے کے لیے تحری کا سمجھنا بھی ضروری ہے۔ تحری کا لغوی معنی ہے "بہترین کا طلب کرنا" اور اصطلاح معنی ہے "دو امور میں سے بہترین امر کا انتخاب کرنا"۔

خوراک میں حرام اشیا کی ملاوٹ سے حلال محلول کا حکم

" التحري طلب أحرى الأمرين وأولاهما"[9]

"دو کاموں میں سے بہتر کام کا طلب تحری ہے۔"

"التحري هوتنقص الاشتباه، أي التكلف عند اشتباه الأمر من وجوه لزوال بعض وجوهه ونقصانه"[10]

"تحری کا مطلب شک کو کمزور کرنا ہے یعنی جب کسی کام میں ابہام یا اشتباہ پیدا ہو جائے تو بعض پہلوؤں کی کمزوری یا نقص کو مدنظر رکھتے ہوئے انہیں رد کرنا اور حقائق تک پہنچنے کی کوشش کرنا تحری کہلاتا ہے۔"

اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ تحری کا مفہوم یہ ہے کہ جب کسی معاملے میں شک پیدا ہو جائے اور ذہن کسی ایک فیصلے پر نہ ٹک رہا ہو، تو ایسی صورت میں تحری کی جاتی ہے تاکہ یہ متعین کیا جا سکے کہ کون سا عمل اختیار کیا جائے یا کون سی چیز اٹھائی جائے۔

عدد محصور اور عدد غیر محصور

حلال و حرام کے اختلاط کے مسائل میں عدد محصور اور عدد غیر محصور کی اصطلاحات کثرت سے استعمال ہوتی ہیں، جن کی حقیقت یہ ہے کہ اگر تھوڑی اور محدود تعداد میں کوئی نجس چیز کسی بہت بڑی اور غیر محدود مقدار کی پاک اشیاء میں مل جائے تو اس کا شرعی حکم کیا ہوگا، اس نکتے کو سمجھنے کے لیے عدد محصور (جس کا احاطہ ممکن ہو) اور عدد غیر محصور (جو شمار سے باہر ہو) کی تعریف اور ان کے درمیان فرق کو جاننا انتہائی ضروری ہے۔

عدد غیر محصور کا مطلب یہ ہے کہ وہ تعداد جس کو انسان آسانی سے نہ گن سکتا ہو یا بادی النظر میں دیکھنے سے انسان کو وہ عدد زیادہ لگے۔ اور عدد محصور یہ ہے کہ وہ کچھ محدود تعداد میں ہوں پھر اس کے تعین میں حالات، اشیاء اور مقام کے اختلاف کی وجہ سے اختلاف ہو سکتا ہے۔ اس کے تعین میں امام سیوطیؒ لکھتے ہیں:

"ومن المسائل المهمة تحديدُ معنى العددِ المحصور، إذ يكثر ورودُه في أبواب الفقه مع قلةِ من وضحه من العلماء. وقد ذكر الغزالي أنَّ ضبطَه لا يكون إلا على سبيل التقريب؛ فكلُّ عددٍ لو اجتمع أصحابُه في مكانٍ واحدٍ وشقَّ على الناظر عدُّهم بمجرد النظر، كالألف وما قاربه، فإنه يُعدُّ غيرَ محصور. أمّا ما كان يسيراً يمكن عَدُّه بسهولة، كالعشرة والعشرين، فهو عددٌ محصور. وبين هذين الطرفين أعدادٌ متوسطة متشابهة، يُلحق كلٌّ منها بأحد الطرفين بغلبة الظن، وما بقي محلَّ ترددٍ وشكٍّ فيُرجع فيه إلى ما يطمئن إليه القلب."[11]

"عدد محصور کی حقیقت کو سمجھنا نہایت اہم ہے کیونکہ فقہی ابواب میں اس کا استعمال تو بہت زیادہ ہے مگر اس کی وضاحت کم ہی ملتی ہے؛ اس ضمن میں امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ عدد غیر محصور کا تعین محض تخمینے سے ہوتا ہے، چنانچہ ہر وہ عدد جسے کسی میدان میں جمع ہونے پر دیکھنے والا محض دیکھ کر آسانی سے نہ گن سکے (جیسے ایک ہزار یا اس کے لگ بھگ) وہ عدد غیر محصور کہلاتا ہے، جبکہ جس تعداد کا شمار کرنا آسان ہو وہ عدد محصور ہے (جیسے دس یا بیس وغیرہ)؛ البتہ ان دونوں کے درمیان کچھ ایسے اعداد بھی ہیں جو درمیانی اور مشتبہ درجے کے ہیں جنہیں ظنی طور پر کسی ایک جانب شمار کیا جا سکتا ہے، اور جہاں شک پیدا ہو جائے وہاں انسان کو اپنے دل سے فتویٰ لینا چاہیے۔"

اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اگر پاک برتنوں کی تعداد ایک ہزار ہو اور ان میں نجس برتن صرف ایک یا دو ہوں تو اس کا شرعی حکم مختلف ہوگا، لیکن اگر پاک برتنوں کی تعداد محض دس یا بیس ہو اور ان میں ایک یا دو نجس برتن مل جائیں تو اس صورت میں حکم بدل جائے گا۔

مفضی الی الحرام اور مفضی الی التحری

جب حلال اور حرام اشیاء کا ملاپ اس نوعیت کا ہو کہ ان کے درمیان تمیز کے لیے غور و فکر (تحری) کرنا ممکن ہو اور اس کوشش کے ذریعے بعض اجزاء کو منتخب کر کے استعمال کرنا جائز قرار پائے، تو ایسی کیفیت اور ملاپ کو "مفضی الی التحری" کہا جاتا ہے؛ اس کے برعکس اگر اختلاط اس حد تک ہو کہ وہاں تحری بھی قابل قبول نہ رہے اور وہ مجموعہ مطلقاً حرام قرار پائے، تو ایسے اختلاط کو "مفضی الی الحرام" سے تعبیر کرتے ہیں۔[12]

اصل مسئلے کی وضاحت

امتزاج کا حکم

ان اصطلاحات کی وضاحت کے بعد اصل مسئلے کی طرف آتے ہوئے سب سے پہلے امتزاج کا حکم بیان کیا جاتا ہے کہ جب ایک چیز دوسری میں شامل ہو جائے تو یا تو دونوں حلال ہوں گی یا پھر ایک حلال اور دوسری حرام؛ ایسی صورت میں جہاں ایک چیز حرام ہو، یہ دیکھا جائے گا کہ اس کی حرمت اس کی اپنی ذات (ذاتا حرام) کی وجہ سے ہے یا کسی خارجی وصف کی بنیاد پر، اور اگر وہ ذاتا حرام ہو تو پھر اس کی مزید تحقیق کی جائے گی کہ آیا وہ "نجس" (اپنی اصل میں ناپاک) ہے یا "متنجس" (کسی ملاوٹ کی وجہ سے ناپاک) ہے۔

1: اگر محلول نجس ہو تو وہ پورے کے پورے پاک مائع (محلل) کو نجس کر دے گا، چاہے اس نجاست کی مقدار محض ایک قطرہ ہی کیوں نہ ہو، ایسی صورت میں نہ تو تحری کی گنجائش ہے اور نہ ہی وہ کسی دوسرے طریقے سے پاک ہو سکتا ہے؛ مثلاً اگر کسی برتن کے پانی میں پیشاب یا شراب کا ایک قطرہ بھی گر جائے تو اس کا اندرونی اور بیرونی دونوں طرح کا استعمال حرام ہو جاتا ہے۔

"لَوْ اشْتَبَهَ مُذَكًّى بِمَيْتَةٍ، أَوْ لَبَنُ بَقَرٍبِلَبَنِ أَتَانٍ أَوْ مَاءٌ وَبَوْلٌ: لَمْ يَجُزْ تَنَاوُلُ شَيْءٍ مِنْهَا وَلَا بِالِاجْتِهَادِ"[13]

"اگر مردار جانور کا گوشت پاک گوشت کے ساتھ مل جائے، یا گائے کا دودھ گدھی کے دودھ میں شامل ہو جائے، یا پانی میں پیشاب کی آمیزش ہو جائے، تو ایسی صورت میں ان میں سے کسی بھی چیز کا کھانا پینا جائز نہیں رہتا اور نہ ہی ان کے درمیان تمیز کے لیے تحری (غور و فکر) کی اجازت دی گئی ہے۔"

"فَإِذَا مُزِجَتْ قَطْرَةُ خَمْرٍبِمَاءٍ كَثِيرٍ حَتّى ذَهَبَتْ نَشْوَتُهَا وَشُرِبَتْ لَمْ يُحَدَّ لِاسْتِهْلَاكِهَا لَكِنْ يَحْرُمُ"[14]

"اگر شراب کا ایک قطرہ بھی پانی میں شامل ہو جائے اور اس کی اپنی صفت (رنگ، بو یا ذائقہ) ختم بھی ہو جائے تب بھی اس کا پینا حرام ہے، اگرچہ ایسی صورت میں پینے والے پر حد جاری نہیں ہو گی۔"

2: ہاں اگر کوئی چیز نجس (ناپاک) تو نہ ہو مگر حرام ہو، جیسے تیل میں مردار جانور کی چربی اس طرح پگھل کر مل جائے کہ اسے الگ کرنا ممکن نہ رہے، تو اس صورت میں اگر تیل کی مقدار کم اور چربی زیادہ ہو تو اس کا اندرونی و بیرونی ہر قسم کا استعمال حرام ہے؛ لیکن اگر تیل زیادہ اور چربی کم ہو تو اس کا اندرونی استعمال یعنی بطور خوراک تو جائز نہیں ہو گا، البتہ بیرونی استعمال کی گنجائش ہے، مثلاً اس سے فرنیچر کو رنگنا یا چراغ جلانے کے لیے استعمال کرنا۔

"وَمِنَ الْمُخْتَلِطِ الَّذِي هُوَ مُتَّصِلُ الْأَجْزَاءِ مَسْأَلَةُ الدُّهْنِ إِذَا اخْتَلَطَ بِهِ وَدَكُ الْمَيْتَةِ أَو شَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَهِيَ تَنْقَسِمُ ثَلَاثَةَ أَقْسَامٍ: فَإِنْ كَانَ الْغَالِبُ وَدَكَ الْمَيْتَةِ لَمْ يَجُزْ الِانْتِفَاعُ بِشَيْءٍ مِنْهُ لَا بِأَكْلٍ وَلَا بِغَيْرِهِ مِنْ وُجُوهِ الِانْتِفَاعِ لِأَنَّ الْحُكْمَ لِلْغَالِبِ

وَبِاعْتِبَارِ الْغَالِبِ هَذَا مُحَرَّمُ الْعَيْنِ غَيْرُ مُنْتَفَعٍ بِهِ فَكَانَ الْكُلُّ وَدَكَ الْمَيْتَةِ---، أمّا إذا كان الزيتُ هو الغالبَ في الخليط، فلا يجوز تناوله في حال الاختيار؛ لأن شحمَ الميتة وإن كان تابعاً ومستهلَكاً حكماً، إلا أنّه باقٍ في الحقيقة، ومع تعذر التمييز بين الحلال والحرام لا يمكن تناولُ الحلال إلا مع وقوع شيءٍ من الحرام، والشرع يمنع من تناول الحرام. غير أنّ الانتفاع بهذا الخليط في غير الأكل والشرب، كالإسراج به أو استعماله في دبغ الجلود، جائز؛ لأن جانب الحلال هو الغالب، والمنفعة المقصودة تتعلق به دون غيره.-"[15]

"ایسے مخلوط اشیاء جن کے اجزاء آپس میں پیوست (متصل) ہوں اور انہیں الگ کرنا ممکن نہ ہو، ان میں ایک اہم مسئلہ اس تیل کا ہے جس میں مردار یا خنزیر کی چربی مل گئی ہو۔ اس کی تین صورتیں بنتی ہیں: پہلی صورت یہ کہ اگر مردار کی چربی غالب ہو تو اس سے کسی بھی قسم کا فائدہ اٹھانا جائز نہیں، نہ کھانے میں اور نہ ہی کسی اور کام میں، کیونکہ شرعی قاعدہ ہے کہ حکم ہمیشہ غالب کے تابع ہوتا ہے اور یہاں چربی کے غلبے نے پورے تیل کو مردار کے حکم میں کر دیا ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اگر تیل کی مقدار غالب ہو، تو عام حالات (حالتِ اختیار) میں اسے کھانا تو جائز نہیں ہے؛ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگرچہ چربی مغلوب ہو کر ظاہری طور پر ختم ہو چکی ہے، مگر حکماً وہ اس میں موجود ہے اور چونکہ حرام کو حلال سے الگ کرنا ناممکن ہے، اس لیے حلال حصے کا استعمال بھی حرام کی آمیزش سے خالی نہیں ہو گا جو کہ ممنوع ہے۔ البتہ، ایسی صورت میں تیل سے دیگر فوائد حاصل کرنا جائز ہے، جیسے چراغ جلانا یا چمڑے کو رنگنا (دباغت)، کیونکہ ان کاموں میں نفع اس غالب مادے (تیل) سے حاصل ہو رہا ہے جو اپنی اصل میں حلال اور نفع بخش ہے، لہٰذا یہ انتفاع اسی حلال جزء کی طرف منسوب ہو گا۔"

3: اگر محلول اپنی ذات کے اعتبار سے حرام نہ ہو بلکہ کسی عارضی وصف کی وجہ سے ممنوع ہو، تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر وہ وصف اس محلل (جس چیز میں ملایا گیا ہے) میں ظاہر ہو جائے تو پورا محلول حرام قرار پائے گا؛ مثلاً خوراک یا پانی میں چرس یا افیون ملا دی جائے، جو کہ اپنی اصل میں پودا ہونے کے ناطے پاک ہیں مگر نشہ آور صفت (اسکار) کی وجہ سے حرام ہیں، تو اگر اس خوراک میں نشہ پیدا ہو جائے تو اس کا کھانا حرام ہو جائے گا، البتہ بیرونی استعمال کی گنجائش رہے گی، اور اگر اس کی ملاوٹ کے باوجود نشہ پیدا نہ ہو تو پھر اس کا ہر قسم کا استعمال جائز ہے۔

4: اگر محلول مردار کے بجائے کوئی حلال چیز ہو تو اس کا شرعی حکم غالب اور مغلوب کے قاعدے پر مبنی ہوتا ہے، یعنی جس شے کی مقدار زیادہ ہو گی، حکم اسی کا معتبر مانا جائے گا۔ اس کی واضح مثال پانی میں عورت کے دودھ کی آمیزش ہے؛ اگر کوئی بچہ ایسا پانی پی لے تو رضاعت (دودھ کے رشتے) کے ثبوت کا دار و مدار دودھ کے غلبے پر ہو گا؛ چنانچہ اگر دودھ غالب اور پانی مغلوب ہو تو رضاعت ثابت ہو جائے گی، اور اگر دونوں کی مقدار برابر ہو تب بھی احتیاطاً رضاعت کا حکم لاگو ہو گا، البتہ اگر پانی غالب ہو اور دودھ مغلوب ہو تو رضاعت ثابت نہیں ہو گی۔ اس کے برعکس، اگر دو مختلف عورتوں کا دودھ آپس میں مل جائے تو مقدار جس کی بھی زیادہ ہو، رضاعت دونوں سے ثابت ہو گی کیونکہ اس صورت میں دودھ کی اپنی جنس اور صفت تبدیل نہیں ہو رہی بلکہ وہ دودھ ہی رہتا ہے۔

"إذا اختلط لبنُ المرأة بالماء أو بالدواء أو بلبنِ الشاة، فإن الحكمَ يُبنى على الغالب من هذه الأشياء، وتثبت الحرمة عند التساوي احتياطًا، كما ذُكر في «الغاية». أما إذا اختلط لبنُ امرأةٍ بلبنِ امرأةٍ أخرى، فقد اختلف الفقهاء في حكمه، والصحيح ثبوتُ الحرمة بالنسبة إليهما جميعًا دون اعتبارٍ للغلبة."[16]

"اگر کسی عورت کا دودھ پانی، دوا یا بکری کے دودھ کے ساتھ مل جائے تو شرعی حکم کے لیے غالب (زیادہ مقدار) کا اعتبار کیا جائے

گا، اور اگر دودھ اور پانی کی مقدار برابر ہو جائے تب بھی "الغایۃ" کے مطابق احتیاطاً حرمت (رضاعت) ثابت ہو جائے گی۔ تاہم، اگر ایک عورت کا دودھ دوسری عورت کے دودھ میں مل جائے تو اس میں اگرچہ علمی اختلاف موجود ہے، لیکن صحیح قول یہی ہے کہ اس صورت میں غالب اور مغلوب کا قاعدہ لاگو نہیں ہوگا، بلکہ دونوں عورتوں سے حرمت ثابت ہو جائے گی کیونکہ یہاں دودھ اپنی جنس کے ساتھ ملا ہے جس سے اس کی تاثیر ختم نہیں ہوتی۔"

اسی طرح اگر ایک طرف ایسا پانی ہو جو خود بھی پاک ہے اور دوسری چیز کو بھی پاک کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے (طاہر و مطہر)، اور دوسری طرف ایسا پانی ہو جو بذاتِ خود تو پاک ہے مگر کسی کو پاک نہیں کر سکتا (طاہر غیر مطہر)، اور ان دونوں کا آپس میں امتزاج ہو جائے تو اس کا حکم بھی غلبے پر مبنی ہے۔ اگر طاہر و مطہر پانی کی مقدار زیادہ ہو تو اس پورے مخلوط پانی سے وضو اور غسل کرنا جائز ہے، لیکن اگر طاہر غیر مطہر پانی کی مقدار غالب ہو جائے تو پھر اس سے وضو اور غسل کرنا جائز نہیں رہتا۔

"وَالْمَائِعَاتُ يَمْتَنِعُ اسْتِعْمَالُهَا فِي الطَّهَارَةِ وَإِذَاخَالَطَتْ الْمَاءَوَاسْتُهْلِكَتْ سَقَطَ حُكْمُهَا"[17]

"مائعات جن کا استعمال پاکی (وضو اور غسل) کے حصول میں جائز نہیں ہے اگر وہ پانی میں مل جائیں اور اس میں مکمل طور پر ضم ہو کر اپنی انفرادی خصوصیات کھو دیں، تو ان کا حکم ساقط ہو جاتا ہے۔ ایسی صورت میں مخلوط مائع کا کوئی الگ سے اعتبار نہیں رہتا بلکہ اس پر مطلق پانی کا حکم جاری ہوگا، یعنی اس سے وضو اور غسل کرنا جائز قرار پائے گا۔"

درج بالا تمام صورتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ ان میں تحری اور اجتہاد کی سرے سے کوئی ضرورت نہیں ہوتی؛ کیونکہ جو صورتیں شرعی طور پر حرام قرار دی گئی ہیں، وہ بغیر کسی غور و فکر کے مفضی الی الحرام (حرام تک پہنچانے والی) ہیں، اور جو حلال ہیں وہ واضح طور پر حلال ہیں۔

اس کا عملی قاعدہ یہ ہے کہ:

حالتِ اختیار میں: ان مشتبہ یا حرام ملی ہوئی اشیاء کا استعمال قطعی طور پر حرام ہے، کیونکہ انسان کے پاس متبادل موجود ہوتا ہے۔

حالتِ اضطرار میں: جان بچانے کی خاطر، بغیر کسی تحری یا چھان بین کے ان اشیاء کا استعمال جائز ہو جاتا ہے، کیونکہ وہاں ضرورت اور تحفظِ جان کا قاعدہ لاگو ہوتا ہے۔۔

نوٹ: ای نمبرز (E-Numbers) چونکہ فوڈ ایڈیٹیوز کے طور پر خوراک میں اس طرح شامل ہوتے ہیں کہ وہ مکمل طور پر حل ہو جاتے ہیں اور انہیں الگ کرنا ناممکن ہوتا ہے، لہٰذا ان کا حکم بھی "امتزاجِ متصل" کے انہی فقہی قواعد کے تحت واضح ہو گیا جو اوپر بیان کیے گئے ہیں؛ یعنی اگر کوئی ای نمبر کسی نجس یا ذاتاً حرام چیز (مثلاً خنزیر کی چربی یا مردار) سے حاصل شدہ ہو اور وہ خوراک میں شامل ہو جائے تو غالب اور مغلوب کے قاعدے کے مطابق اس کا حکم طے پائے گا، جہاں حالتِ اختیار میں احتیاط اور حرمت کا پہلو غالب رہے گا جبکہ حالتِ اضطرار کا حکم الگ ہوگا۔

اختلاط کا حکم

جب حلال اور حرام کا ملاپ امتزاج کے بجائے اختلاط کی صورت میں ہو، جہاں اجزاء کو الگ کرنا ممکن ہو، تو اس کا شرعی حکم دو عوامل پر منحصر ہوتا ہے: اول یہ

کہ حلال اور حرام اشیاء میں سے کس کی مقدار غالب ہے، اور دوم یہ کہ ان کی تعداد عدد محصور (محدود) ہے یا عدد غیر محصور (ناقابل شمار)؛ انہی دو بنیادوں پر یہ طے کیا جاتا ہے کہ آیا وہاں تحری کے ذریعے حلال کو تلاش کرنا جائز ہوگا یا پورا مجموعہ مشتبہ قرار پائے گا۔

1: چنانچہ اگر حرام کی مقدار بہت کم اور حلال کی بہت زیادہ ہو، اور وہ اشیاء عددِ غیر محصور (ناقابل شمار) ہوں، تو وہ سب حلال قرار پائیں گی اور اس میں تحری (غور و فکر) کی بھی ضرورت نہیں جب تک کہ حرام پر کوئی واضح نشانی موجود نہ ہو؛ ایسی صورت میں حرام کو "مغمور" (چھپا ہوا یا دب جانے والا) کہا جاتا ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ اگر کسی شہر کی بڑی مارکیٹ میں کسی ایک حرام جانور کا گوشت شامل ہو جائے اور یہ معلوم نہ ہو کہ وہ کس دکان پر ہے، تو اس شہر کا گوشت کھانا بلا تحری جائز ہے؛ اسی طرح اگر کسی شخص کی رضاعی بہن کسی بڑے شہر میں مقیم ہو مگر اسے یہ علم نہ ہو کہ وہ کون ہے، تو اس کے لیے اس شہر کی تمام عورتوں سے نکاح کرنا حلال ہوگا کیونکہ وہاں تعداد غیر محصور ہے۔

> "وَمِنْهُ: لَوْ اخْتَلَطَ الْحَلَالُ بِالْحَرَامِ، وَكَانَ الْحَرَامُ مَغْمُورًا، كَمَا لَوْ اشْتَبَهَ مُحْرِمٌ بِنِسْوَةِ قَرْيَةٍ كَبِيرَةٍ، فَإِنَّ لَهُ نِكَاحَ، مَنْ شَاءَ مِنْهُنَّ، فَإِنَّ الْأَصْلَ الْإِبَاحَةُ"[18]

> "اسی اصول کے تحت جب حلال اور حرام کا اختلاط اس طرح ہو کہ حرام کی حیثیت 'مغمور' (دب جانے والی) ہو جائے — جیسے کسی شخص کی کوئی محرم خاتون کسی بڑے شہر کی عورتوں میں اس طرح شامل ہو جائے کہ اس کی پہچان ممکن نہ رہے — تو ایسی صورت میں اس شہر کی تمام عورتوں سے نکاح کرنا جائز ہے، کیونکہ اس مقام پر اباحت (جواز) کا پہلو اپنی اصل پر برقرار رہتا ہے۔"

لیکن اگر حلال کی مقدار غالب ہو تو امام سرخسیؒ نے ایسی صورت میں تحری (غور و فکر) کرنے کا قول اختیار کیا ہے۔ تاہم، واضح رہے کہ ان کا یہ قول اس صورت کے بارے میں نہیں ہے جو پہلے بیان کی گئی (جہاں حلال غیر محصور ہو)، بلکہ یہ اس دوسری صورت سے متعلق ہے جہاں حلال اشیاء عددِ محصور (محدود تعداد) میں ہوں اور مقدار میں زیادہ ہوں۔ پہلی صورت (جس میں حلال غیر محصور اور حرام محصور ہو) میں تو سرے سے تحری کی بھی ضرورت نہیں بلکہ سب حلال قرار پائیں گے، کیونکہ اتنی بڑی تعداد میں ایک محدود حرام چیز کی موجودگی اباحت کے حکم کو ختم نہیں کرتی۔

2: اگر اشیاء عددِ محصور میں ہوں اور ان میں حلال و حرام اس طرح خلط ملط ہو جائیں کہ انہیں الگ کرنا ممکن ہو تو حکم کا مدار غلبے پر ہوگا؛ چنانچہ اگر کسی جگہ پاک پانی کے برتنوں کی تعداد نجس برتنوں سے زیادہ ہو یا حلال جانوروں کی کھالیں حرام کے مقابلے میں کثرت سے ہوں اور ان کی پہچان مشکل ہو جائے، تو ایسی صورت میں تحری (غور و فکر اور تلاش) کرنا لازم ہوگا تاکہ قرائن کی بنیاد پر حلال کا تعین کر کے اسے استعمال کیا جا سکے۔

> "أمّا في حال الاختيار، فإذا كان جانبُ الحلال هو الغالب، كما لو كانت الذبائحُ ثلاثًا وإحداها ميتة، جاز التحري؛ لأن الاعتبار للغالب، والحلال هنا هو الأكثر. ولهذا يجوز الأكل من تلك الذبائح إلا ما تيقّن أنه ميتة. وطريق ذلك أن يجتهد في تعيين واحدةٍ على أنها الميتة فيتركها، ثم يتناول ما بقي، وليس جوازُ التناول مبنيًّا على مجرد التحري، بل على غلبة الحلال وكون الحكم تابعًا له."[19]

> "اختیاری حالت میں اگر حلال اشیاء غالب ہوں، مثلاً تین ذبح شدہ جانوروں میں سے دو حلال اور ایک مردار ہو، تو وہاں تحری (غور و فکر) کرنا جائز ہے کیونکہ شرعی حکم غلبے کے تابع ہوتا ہے اور اس بنیاد پر ان میں سے کھانا درست قرار پائے گا۔ البتہ اگر کسی

نص یا نشانی سے یہ یقینی طور پر معلوم ہو جائے کہ فلاں جانور ہی مردار ہے، تو پھر اسے کھانا جائز نہیں رہے گا۔ ایسی صورت میں طریقہ کار یہ ہو گا کہ جس جانور کے بارے میں مردار ہونے کا گمان ہو اسے چھوڑ دیا جائے اور باقی دو کو استعمال کیا جائے؛ یاد رہے کہ یہ حلت محض تحری کی وجہ سے نہیں بلکہ اس اصل بنیاد پر ہے کہ مجموعے میں حلال کا عنصر غالب ہے۔"

3،4: اگر حرام کی مقدار غالب ہو یا حلال اور حرام دونوں برابر ہوں، تو ان دونوں صورتوں میں یہ تمام اشیاء حرام ہی تصور کی جائیں گی۔ اس مسئلے میں امام شافعیؒ کے نزدیک تحری (تلاش و جستجو) کی گنجائش موجود ہے، لیکن احناف کے ہاں ایسی صورت میں تحری نہیں کی جائے گی بلکہ غلبہ یا برابری کی وجہ سے احتیاطاً حرمت کا حکم ہی لاگو ہو گا۔

"وَإِنْ كانَ الْحَرَامُ غَالِبًا فَلَيسَ لَهُ أَنْ يتَحَرَّى عِنْدَنَا وَلَهُ ذَلِكَ عِنْدَالشَّافِعِيِّ لِأَنَّهُ يتَيقَّنُ بِوُجُودِ الْحَلَالِ فِيهَا وَيرْجُو إصَابَتَهُ بِالتَّحَرِّي فَلَهُ أَنْ يتَحَرَّى كمَا فِي الْفَصْلِ الْأَوَّلِ"[20]

اگر حرام غالب ہو تو (احناف کے نزدیک) تحری (تلاش و جستجو) جائز نہیں ہے، جبکہ امام شافعیؒ کے نزدیک اس صورت میں بھی تحری کی جاسکتی ہے۔ ان کے نزدیک اس کی وجہ یہ ہے کہ جب حلال اشیاء کی موجودگی کا یقین ہے، تو تحری کے ذریعے اس بات کی امید کی جاسکتی ہے کہ انسان صحیح (حلال) تک پہنچ جائے گا، لہٰذا ان کے نزدیک یہ صورت بھی پہلی صورت (جہاں حلال غالب تھا) کی طرح ہی ہے جس میں تحری کی گنجائش ہونی چاہیے۔"

اس مسئلے میں کھانے پینے کی اشیاء اور عام استعمال کی اشیاء (جیسے لباس) کے درمیان فرق ہے؛ چنانچہ اگر نجس پانی کے برتن زیادہ ہوں تو وہاں تحری جائز نہیں کیونکہ وضو کے بجائے تیمم کا متبادل موجود ہے، لیکن اگر نجس کپڑوں کی تعداد پاک کپڑوں سے زیادہ ہو تب بھی تحری کرنا جائز ہے تاکہ انسان قرائن کی بنیاد پر کسی ایک لباس کا انتخاب کر کے اپنی نماز ادا کر سکے، کیونکہ ستر پوشی کے لیے لباس کا کوئی بدل موجود نہیں۔

"الِا جْتِهَادُ فِي ثِيابٍ مُخْتَلِطَةٍ بَعْضُهَا نَجِسٌ وَ بَعْضُهَا طَاهِرٌ جَائِزٌ سَوَاءٌكَانَ الْأَكثَرُ نَجِسًا أَوْلَا. وَالْفَرْقُ بَينَ الثِّيابِ وَالْأَوَانِي أَنَّهُ لَاخَلَفَ لَهَا فِي سَتْرِ الْعَوْرَةِ وَلِلْوُضُوءِ خَلَفٌ فِي التَّطْهِيرِ، وَهُوَ التَّيمُّمُ.وَهَذَا كلُّهُ فِي حَالَةِ الِاخْتِيارِ"[21]

"کپڑوں میں نجس اور پاک کا اختلاط ہو جائے تو ان میں تحری (غور و فکر) کرنا ہر حال میں جائز ہے، چاہے نجس کپڑوں کی تعداد زیادہ ہو یا پاک کپڑوں کی؛ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ لباس کے ذریعے ستر پوشی کرنا ضروری ہے اور اس کا کوئی دوسرا شرعی متبادل موجود نہیں، جبکہ برتنوں کے معاملے میں اگر پاک پانی نہ ملے تو وضو کے متبادل کے طور پر تیمم کی سہولت موجود ہے، اس لیے وہاں تحری کی اجازت صرف غلبۂ حلال کی صورت میں دی گئی ہے۔ یاد رہے کہ یہ تمام احکامات حالتِ اختیار سے متعلق ہیں۔"

درج بالا تمام احکام حالت اختیار کے ہیں جبکہ حالت اضطرار میں ہر صورت میں تحری جائز ہے چاہے حرام اغلب ہو یا حلال اغلب ہو۔

خلاصہ بحث

- اگر پاک چیز میں نجاست (جیسے خون) مل جائے اور اسے الگ کرنا ناممکن ہو تو پورا محلول نجس کہلائے گا اور اس کا ہر قسم کا استعمال حرام ہو گا۔
- اگر ملنے والی چیز نجس نہیں بلکہ حرام ہو اور وہ حلال کے برابر یا اس سے زیادہ ہو تو اس کا ہر طرح کا استعمال ممنوع ہے، لیکن اگر حلال زیادہ ہو تو اسے کھانا

حرام ہوگا جبکہ بیرونی استعمال کی گنجائش نکل سکتی ہے۔

- اگر کوئی چیز اپنی ذات کے بجائے کسی عارضی وصف کی وجہ سے حرام ہو (مثلاً افیون)، تو اس کا حکم تب لگے گا جب اس کا اثر یا وصف پانی وغیرہ میں نمایاں ہو جائے۔
- پانی میں شوربے جیسے کسی پاک مائع کے ملنے کی صورت میں اگر پانی کی مقدار غالب ہو تو وضو جائز ہے، بصورتِ دیگر ناجائز ہوگا۔
- ایسی اشیاء جن کے اجزاء الگ کرنا ممکن ہوں، اگر ان میں حلال کی تعداد غیر محصور (بے شمار) اور حرام محصور (محدود) ہو، تو وہ بلا تحری سب حلال متصور ہوں گی۔
- اگر جدا ہونے والے اجزاء میں حرام کی تعداد حلال سے زیادہ ہو یا دونوں برابر ہوں، تو بغیر تحری کے سب کو حرام قرار دیا جائے گا۔
- اگر حلال اجزاء کی تعداد حرام سے زیادہ ہو اور وہ محدود (محصور) ہوں، تو وہاں تحری (غور و فکر) کر کے حلال کا تعین کرنا ضروری ہوگا۔
- غیر مسلم ممالک سے آنے والی ایسی اشیاء جو جانوروں کے اجزاء (Animal Based) سے بنی ہوں، وہ گوشت میں اصل 'حرمت' کے قاعدے کے تحت مشکوک اور اندرونی استعمال کے لیے حرام ہیں۔
- ایسی مصنوعات جن میں خنزیر، شراب یا خون کی آمیزش ہو، ان کا اندرونی اور بیرونی ہر طرح کا استعمال قطعی طور پر حرام ہے۔
- خنزیر کے علاوہ کسی اور جانور کے اجزاء اگر بنیادی مقصود کے طور پر شامل ہوں تو ان کا استعمال بھی ممنوع ہے، البتہ اگر وہ محض اضافی جز (Additives) کے طور پر ہوں تو ان کا صرف بیرونی استعمال جائز ہو سکتا ہے۔۔

نتائج بحث

اس تحقیق سے درج ذیل اہم اور اصولی نتائج سامنے آتے ہیں:

1. **اختلاط اور امتزاج میں بنیادی فرق**

حلال و حرام کے باہمی ملنے میں ''اختلاط'' اور ''امتزاج'' کا فرق نہایت اہم ہے۔ امتزاج (متصل الاجزاء) میں اشیاء اس طرح مل جاتی ہیں کہ ان کی تمییز ممکن نہیں رہتی، جبکہ اختلاط (منفصل الاجزاء) میں اجزاء کو الگ کرنا ممکن ہوتا ہے۔ یہی فرق حکم شرعی کی تعیین میں بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔

2. **نجس العین اور متنجس کا امتیاز**

شریعت میں نجاست کی دو بنیادی اقسام (نجس العین اور متنجس) کے احکام مختلف ہیں۔ نجس العین کا استعمال مطلقاً ممنوع ہے، جبکہ متنجس اشیاء میں تطہیر اور بعض صورتوں میں محدود استعمال کی گنجائش موجود ہے۔

3. **امتزاج کی صورت میں حکم کا مدار غلبہ پر ہے**

جب حلال و حرام کا امتزاج ہو جائے اور حرام چیز نجس نہ ہو تو حکم غالب عنصر کے تابع ہوتا ہے۔

   - اگر حرام غالب ہو تو کل مخلوط شے حرام شمار ہوگی۔

- اگر حلال غالب ہو اور حرام مغلوب ہو کر مستہلک ہو جائے تو بعض صورتوں میں گنجائش پیدا ہوتی ہے، خصوصاً غیر خوراکی استعمال میں۔

البتہ اگر ملنے والی چیز نجس ہو تو اس صورت میں اگر محلول ماء کثیر کی مقدار سے کم ہو تو پورے کا پورا محلول نجس ہو گا۔

- **حرام ذاتی اور حرام وصفی میں فرق**

اگر کسی شے کی حرمت ذاتی ہو (جیسے خنزیر)، تو اس کا اثر شدید ہوتا ہے اور معمولی مقدار بھی حکم کو متاثر کرتی ہے۔ جبکہ حرام وصفی (جیسے نشہ آور ہونا) میں حکم کا دار و مدار اس وصف کے ظاہر ہونے یا نہ ہونے پر ہے۔

- **استہلاک (Dissolution) کا اصول**

فقہ اسلامی میں استہلاک ایک اہم قاعدہ ہے، جس کے تحت اگر حرام یا نجس مادہ کسی کثیر حلال مادہ میں اس طرح ضم ہو جائے کہ اس کی صفات (رنگ، بو، ذائقہ) ختم ہو جائیں تو بعض احکام ساقط ہو جاتے ہیں، تاہم خوراک میں احتیاط کا پہلو غالب رہتا ہے۔

- **اختلاط کی صورت میں عدد (محصور و غیر محصور) کا اثر**

اگر حلال و حرام اشیاء کا اختلاط ہو :

- غیر محصور (بہت زیادہ) صورت میں اصلِ اباحت کو ترجیح دی جاتی ہے۔
- محصور (محدود) صورت میں احتیاط، اجتناب یا تحری (اجتہادی انتخاب) کی ضرورت پیش آتی ہے۔

- **تحری (Ijtihadi Selection) کا اصولی کردار**

جب حلال و حرام میں اشتباہ ہو اور تمییز ممکن نہ ہو، تو شریعت نے "تحری" یعنی غالب گمان کی بنیاد پر انتخاب کی اجازت دی ہے، خصوصاً اضطرار یا ضرورت کی حالت میں۔

- **اضطرار اور اختیار کے احکام میں فرق**

حالتِ اختیار میں احتیاط اور اجتناب اصل ہے، جبکہ حالتِ اضطرار میں بقدرِ ضرورت رخصت دی جاتی ہے۔ اس اصول کا اطلاق جدید غذائی مسائل پر بھی ہوتا ہے۔

- **جدید فوڈ انڈسٹری (E-Numbers) پر تطبیق**

جدید پراسیسڈ فوڈز میں شامل E-numbers عموماً امتزاج کی صورت رکھتے ہیں، اس لیے ان کا حکم بھی امتزاج کے قواعد کے تحت طے ہو گا۔ اگر ان میں حرام اجزاء شامل ہوں تو :

- خوراک میں ان کا استعمال شدید احتیاط یا حرمت کے قریب ہو گا۔
- غیر خوراکی استعمال میں بعض صورتوں میں گنجائش نکل سکتی ہے۔

- **احتیاط (Precaution) کا اصول غالب ہے**

تمام مباحث سے واضح ہوتا ہے کہ شریعت کا عمومی مزاج مشتبہ اور مختلط اشیاء میں احتیاط کو ترجیح دیتا ہے، خاص طور پر جب معاملہ خوراک اور انسانی جسم سے متعلق ہو۔

مصادر ومراجع

القرآن الکریم

ابن درید، أبو بکر محمد بن الحسن الأزدي. جمهرة اللغة. بیروت: دار العلم للملايين، 1987ء.

ابن فارس، أبي الحسين أحمد بن فارس بن زكريا. معجم مقاييس اللغة. اتحاد الكتاب العرب، 1423ھ.

ابن نجيم، زين الدين بن إبراهيم المصري. الأشباه والنظائر. بيروت، لبنان: دار الكتب العلمية، 1419ھ.

البركتي، محمد عميم الإحسان المجددي. التعريفات الفقهية. دار الكتب العلمية، 1424ھ.

الجرجاني، أبو الحسن علي بن عبد العزيز القاضي. التعريفات. بيروت: دار الكتاب العربي، 1405ھ.

الزحيلي، محمد مصطفى. القواعد الفقهية وتطبيقاتها في المذاهب الأربعة. دمشق: دار الفكر، 1427ھ.

الزركشي، أبو عبد الله بدر الدين محمد بن عبد الله بن بهادر. المنثور في القواعد الفقهية. الكويت: وزارة الأوقاف الكويتية، 1405ھ.

السرخسي، محمد بن أحمد بن أبي سهل شمس الأئمة. المبسوط. بيروت: دار المعرفة، 1414ھ.

السيوطي، عبد الرحمن بن أبي بكر، جلال الدين. الأشباه والنظائر. دار الكتب العلمية، 1411ھ.

قلعجي، محمد رواس، وحامد صادق قنيبي. معجم لغة الفقهاء. دار النفائس للطباعة والنشر والتوزيع، 1408ھ.

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حوالہ جات(References)

[1] الأزدي، أبو بكر محمد بن الحسن بن دريد، جمهرة اللغة، دار العلم للملايين، بيروت، الطبعة الأولى، 1987ء ج2، ص232۔

[2] أبي الحسين أحمد بن فارِس بن زكَرِيّا، معجم مقاييس الغة، اتحاد الكتاب العرب، الطبعة الاولى 1423ھ، ج2، ص342۔

[3] لسرخسي، محمد بن أحمد بن أبي سهل شمس الأئمة ا، المبسوط، دار المعرفة، بيروت، 1414ھ، ج3، ص298۔

[4] الزركشي، أبو عبد الله بدر الدين محمد بن عبد الله بن بهادر، المنثور في القواعد الفقهية، وزارة الأوقاف الكويتية، الطبعة: الثانية، 1405ھ، ج1، ص217۔

[5] قلعجي، محمد رواس، حامد صادق قنيبي، معجم لغة الفقهاء، دار النفائس للطباعة والنشر والتوزيع، الطبعة الثانية، 1408ھ، ج2، ص145۔

[6] الزحيلي، حمد مصطفى، الدكتورم، القواعد الفقهية وتطبيقاتها في المذاهب الأربعة، دار الفكر، دمشق، الطبعة الأولى، 1427ھ، ج2 ص932۔

[7] المائدہ: 3۔

[8] ابن نجيم، المصري، زين الدين بن إبراهيم، الْأَشْبَاهُ وَالنَّظَائِرُ، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان، الطبعة الأولى، 1419ہ، ص95۔

[9] الجرجاني، أبو الحسن علي بن عبد العزيز القاضي، التعريفات، دار الكتاب العربي، بيروت، الطبعة الأولى، 1405ھ، ص345۔

[10] البركتي، محمد عميم الإحسان المجددي، التعريفات الفقهية، دار الكتب العلمية، الطبعة الأولى، 1424ہ، ص52۔

[11] السيوطي، عبد الرحمن بن أبي بكر، جلال الدين، الأشباه والنظائر، دار الكتب العلمية، الطبعة الأولى، 1411ہ، ص453۔

[12] * مذکورہ اصطلاح راقم نے اس مسئلے کو آسانی سے سمجھنے کے لیے استعمال کیا ہے ورنہ کتب فقہ یا اصول فقہ میں ایسی کوئی اصطلاح نہیں ملتی ہاں مسائل کو سمجھنے میں یہ معاون ہو سکتا ہے۔

[13] ابن نجیم، الأشباہ والنظائر، ص234۔

[14] الزركشي، المنثور في القواعد الفقهية، ج1، ص123۔

[15] السرخسي، المبسوط، ج1، ص122۔

[16] الأشباہ والنظائر للسیوطی، ج1، ص213

[17] المنثور في القواعد الفقهية، ج1، ص145

[18] المنثور فی القواعد الفقهیہ للزرکشی، ج1، ص218

[19] المبسوط للسرخسی، ج1، ص187

[20] المبسوط للسرخسی، ج1، ص187

[21] الْأَشْبَاهُ وَالنَّظَائِرُ لابن نجیم المصری، ص95